

دوسری عالمگیر جنگ کے بعد مشرق اور مغرب میں فاصلے خاصے سمت چکے تھے۔ میڈیا کے ذریعے مغرب مشرق پر حملہ آور ہو چکا تھا لیکن اس کے جارحانہ انداز میں ابھی وضعداری اور سنجدگی کا عنصر غالب تھا۔ جدید تاریخ کے اس دور میں پروان چڑھنے والے ادب اور فنون لطیفہ نے دنیا کو نئے زاویے متعارف کرائے۔ پچاس کی دہائی سے لیکر اسی کی دہائی کے نصف اول کو مغرب کا کلاسیکل سنہری دور کہا جاسکتا ہے یہ وہ دور ہے جب مغرب نے موسیقی، فلم سازی، صحفت، تحقیق، تصنیف میں کمال عروج حاصل کیا اور دنیا کو اس کی تقاضی پر مجبور بونا پڑا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اہم شعبہ جو امریکہ اور یورپ میں کئی صدیوں سے کام کر رہا ہے وہ استشراق کا شعبہ تھا۔ جی ہاں یہ وہی شعبہ ہے جس سے متعلق محققین کو ہم مستشرقین Orientalist کے نام سے جانتے ہیں۔ اس شعبے میں یونیورسٹی کے پروفیسر حضرات سے لیکر تعلیم یافتہ پادری بھی شامل تھے۔ اواں میں یہ شعبہ مشرقی علوم، وہاں کی ثقافت، زبانیں اور قوموں کے عادات و اطوار سے متعلق تحقیق تک مختص رہا لیکن بعد میں اس کا دامن صرف اسلام اور مسلمانوں سے متعلق تحقیقات تک محدود ہو گیا۔ اس شعبے کی ابتداء کے بارے میں عرب اور مغربی علماء میں اختلاف ہے۔ لیکن جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس وقت عالم عیسائیت کو بلاد شام سے بدوہا سانہ انداز میں پسپا ہونا پڑا اور اس نے مسلمانوں کو یورپ کے دروازوں تک اپنے تعاقب میں پایا تو مسلمانوں اور اسلام سے متعلق آگاہی کی خواہش کے بطن سے اس علم نے جنم لیا۔ صلیبی جنگوں کے دور میں اسلام اور عیسائیت کا ایک مرتبہ پھر آمنا سامنا ہوا۔ میدان جنگ کیسا ہی کیوں نہ ہو لیکن جب دو قومیں آمنے سامنے آتی ہیں تو ان کی ثقافت اور فکر بھی رزم آرا ہو جاتی ہیں۔ صلیبی جنگوں کے دور میں جو اثرات عرب اسلامی ثقافت کے مغربی تہذیب پر پڑے وہ اس دور کی مغربی تصنیفات میں نمایاں ہیں۔ اسی طرح جو اثرات مغربی ثقافت نے عرب ثقافت پر چھوڑے وہ اس دور کی عرب شاعری اور ادب میں نمایاں ہیں۔ اس حوالے سے دمشق سے شائع ہونے والی کتاب ”شعر الحروب الصليبية“ میں اس کی واضح جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

مغرب کے نزدیک اسلام اور مغرب کے درمیان ہونے والی ابتدائی معرکہ آرائیوں میں جو شعور اجاگر ہوا وہ یہ تھا کہ مشرق میں مغرب کی سرمایہ دارانہ استعماری سوچ کے سامنے اگر کوئی واحد رکاوٹ ہے تو وہ ہے اسلامی فکر۔ کیونکہ جاپان سے لے کر غرب الہند تک کوئی مشرقی قوم اور مذہب ”نظم“ کے وصف سے متصف نہیں تھا۔ یہ صرف دین اسلام ہی تھا جو معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام کا حامل تھا یہ صرف عبادات کا مجموعہ نہیں تھا بلکہ

اس نے طبیعت اور مابعد الطبیعت کے میدانوں میں بھی اتصال پیدا کر رکھا تھا۔ انہی خدشات کی بنا پر مغرب میں بڑے بڑے تحقیقی ادارے اور یونیورسٹیوں کے ڈیپارٹمنٹ تشکیل دئے گئے جہاں پر علمی سطح پر اسلامی فکر میں نقب لگانے کے کام زوروں سے شروع ہوئے۔ قرآن کریم، حدیث اور سنت نبوی ﷺ اس تحقیق کے خاص ہدف ہوتے تھے۔ ایسی ہی یورپ کی قدیم ترین درسگاہوں میں سے ہالینڈ کی لائٹن یونیورسٹی اور پیرس کی سوربون یونیورسٹی میزراقم کو بھی درس تحقیق کا موقع میسر آیا۔ مستشرقین کے طریقہ واردات کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات نمایاں طور پر سامنے آئی کہ وہ قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ پر اپنے فکری بغض کی بنیاد پر علمی اعتراض لگانے کے لئے ہمیشہ علمی راستہ اختیار کرتے تھے۔ اور اس بات سے بھی تاریخ استشراق کے صفحات بھرے پڑے۔ ہیں کہ قرآن کریم کا فکری شکار کرنے والے بے شمار مغربی مستشرقین خود قرآن کریم کی حقانیت کا شکار ہو گئے۔ لیکن آج جب ٹیری جونز جیسے امریکی پادری کی قرآن کریم کی توبین کے حوالے سے جاہلانہ حرکتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے تو مغرب کے اس گردے ہوئے معیار پر انتہائی افسوس ہوتا ہے۔ ٹیری جونز محض ایک امریکی پادری نہیں ہے بلکہ اکیسویں صدی کی جہلائی ہوئی مغربی فکر کی واضح عکاسی ہے۔ یہ معیار اسی وقت شروع ہوتا ہے جب علم و دلیل کی سرحد ختم ہو جائے۔ جب کوئی قوم تمدن کی بلند ترین سطح پر پہنچ کر تہذیب کی اسفل ترین سطح پر گر جائے تو اسی قسم کے رد عمل سامنے آتے ہیں۔ افغانستان کی جیلوں سے لیکر گوانتا ناموںے کے عقوبات خانوں تک اور اب وہاں سے امریکی کلیساوں تک قرآن کریم کی بے حرمتی کا جو سلسلہ منصوبہ بندی کے تحت شروع کیا گیا۔ کیا اس کا واحد مقصد دنیا بھر کے مسلمانوں کو ذہنی اذیت اور شکست سے دوچار کرنا ہے۔ لیکن مغرب شاہد یہ نہیں جانتا کہ تاریخ گواہ ہے کہ قرآن کریم کی توبین درحقیقت آسمان پر تھوکنے کے مترادف ہے۔ مسلم دنیا سے تو شاہد اس کا کوئی علمی جواب نہ دیا جاسکے لیکن امریکہ اور یورپ میں نائن الیون کے ڈرامے کے بعد ہزاروں مقامی افراد کا مسلمان ہونا ٹیری جونز جیسے فاتر العقل شیطانوں کے منه پر ایک زور دار طماںچہ ہے۔

یورپ میں اسلام اور اسلامی ثقافت کے حوالے سے یورپیں جامعات اور ان کے مخصوص شعبوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد مینارباب اختیار اور درد دل رکھنے والے مسلمانوں کو یہ عرض کروں گا کہ سوائے مدینہ منورہ کے تمام مسلم دنیا میں اس نوعیت کا کوئی ادارہ قائم نہیں کیا گیا جو یونیورسٹی سطح پر مستشرقین کے طریقہ واردات پر تحقیقی علم رکھتا ہو اور جہاں پر ایسے سکالرز تیار ہوتے جو مغرب کی اس جہلائی ہوئی روشن کا منہ توڑ جواب دیتے۔ افسوس کہ پاکستان جیسا نظریاتی ملک جس کا سب سے زیادہ بجٹ تعلیم پر صرف ہونا چاہئے تھا وہ حکمرانوں کی عیاشی اور کرپشن پر صرف ہوتا ہے۔ جس ملک کے بیشتر سیاستدان جعلی ٹکریوں کے حامل ہوں اور اپنے اس فعل پر شرم بھی محسوس نہ کریں وہ بھلا استشراق جیسے اہم موضوع کے لئے کوئی ادارہ تشکیل دیں گے؟